تھے، مبادا کہیں غیبت، حسد یا چغلی وغیرہ سرزد ہو کر ڈاکٹر صاحب کی سرزنش کا سامنا کرنا پڑے۔

آپ کچھ عرصے سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے۔ اس دفعہ علاج کی تاریخ بھی مقرر کر چکے تھے۔ مگر اس اللہ کے بندے نے قرضے چکانے، امانتیں ادا کرنے، وصیت مرتب کرنے اور اہل وعیال اور اقرباء کو وعظ ونصیحت کرنے میں زندگی کے قیمتی لمحات صرف کیے۔ پھر آپ کی طبیعت خراب ہوئی اور ہسپتال پہنچتے پہنچتے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اس جانگسل اطلاع پر بلتستان کی مساجد میں بھی خصوصی دعاؤں کا اہتمام ہوا اور 2 جنوری 06ء کو نماز جمعہ کے بعد غائبانہ نمازِ جنازہ بھی ادا کی گئی۔ ہم اس جانگداز سانحے پر محسن گرامی کے لیے بشری لغزشوں کی بخشش اور رفع درجات کی دعا کرتے ہیں اور التوعیۃ کے تمام قارئین کرام سے بھی قوی امید رکھتے ہیں کہ اپنی خاص دعاؤں میں ان جیسے پیکر اخلاص محسنین کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ، اللهم نقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس ، اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة ۔ آمين

رب ذوالجلال محسن گرامیؒ کے خویش واقارب اور احباب جماعت کو یہ صدمہ صبر وثبات سے برداشت کرنے کی توفیق اور حوصلہ عطا فرمائے، سب کی نیکیوں کو شرف قبولیت سے نوازے، ان کی صدقاتِ جاریہ کو امت اسلامیہ کے لیے تادیر نفع رسانی کا ذریعہ بنائے اور تمام اہل ایمان کو اپنی اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے دعوت توحید وسنت کے مراکز اور بنی نوع انسانی کی فلاح وبہبود کے لیے اپنی جسمانی وذہنی صلاحیتیں اور مالی وسائل استعمال کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

مولانا یعقوب عزیزؒ کا انتقالِ پُرملال

جامعہ دارالعلوم کے پرانے کارکن اور مدرس مولانا یعقوب عزیزؒ بھی ہم سے جدا ہو گئے۔ آپ مولانا عبدالرحیم فارغ دہلی کے گھر پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم غواڑی میں حاصل کی، مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ میں پڑھتے رہے۔ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے فارغ ہو کر 2 سال جامعہ علوم اثریہ جہلم میں پھر تاحیات جامعہ دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ زندگی مجاہدانہ گزری۔ آپ سخاوت شعار تھے۔ علمائے حق، بزرگانِ دین اور مریضوں کی خدمت پر کمربستہ رہتے تھے۔ کچھ عرصہ سے طبیعت علیل تھی۔ پھر بھی سفارتی مہم پر لاہور میں تھے۔ احباب نے ہسپتال داخل کرایا۔ بھائی اور بیٹے بھی تیمارداری کے لیے گئے۔ 15 نومبر 05ء کو گھر کی ہسپتال لاہور میں انتقال فرما گئے۔ ﴿انا لله وانا اليه راجعون﴾ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے پوتوں نے آخری خدمات انجام دیں۔ الدعوۃ خدمت خلق تنظیم نے پنڈی پہنچایا، مسجد فضل اللہ میں جنازہ پڑھا کر فوراً غواڑی لائے گئے اور جم غفیر نے آہوں اور سسکیوں کے ساتھ جنازہ پڑھ کر گینتھا قبرستان میں دفن کر دیا۔ پسماندگان میں ایک بھائی، ایک بیوہ، 7 بچے، 3 بچیاں شامل ہیں۔ اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد وادخله جنة الفردوس يا ارحم الراحمين آمين

درس قرآن:

تراثِ رحمانی درفوائدِ قرآنی

اسماعیل محمد امین

قال الله تعالى: ﴿قَالُوا سُبْحَانَكَ لاعِلْمَ لَنَا الا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ انتَ العَلِيمُ الحَكِيم﴾

(البقرہ: ۳۲) ''انہوں نے کہا (اے اللہ) تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا آپ نے ہمیں سکھایا ہے۔ پورے علم وحکمت والا تو آپ ہی ہیں۔''

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر:

زیرِ تفسیر آیت مبارکہ کا ربط بالکل واضح ہے۔ جب اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کی تعلیم دی، پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے رکھ کر ان سے کہا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہوں تو ان کا نام بتا دو۔ فرشتوں کو اپنی غلطی اور علمی کم مائیگی کا احساس ہوتے ہی اللہ کے حضور توبہ کی۔

سبحانک: میں (سبحان) مصدریت یعنی مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کا معنی (نسبحک تسبیحاً) ہے۔ اور بعض نے اس کے نصب کا سبب نداء کو قرار دیا ہے، لیکن یہ ضعیف ہے۔ (القرطبی، الشوکانی)

(سبحان) غُفران کے وزن پر مصدر ہے اور ہمیشہ منصوب اور مضاف ہی استعمال ہوتا ہے، کلام کے شروع میں لانے کا مقصد فرشتوں کا اللہ سے کیے گئے استفسار پر معذرت کرنا اور حقیقت حال سے لاعلمی کا اعتراف کرنا ہے۔ اسی وجہ سے ''تسبیح'' کو کلمات توبہ کا افتتاحیہ اور اس کی کنجی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (سبحانک تبت الیک) اور یونس علیہ السلام نے فرمایا (سبحانک انی کنت من الظالمین) (البیضاوی)

(سبحانک) یعنی ''آپ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہیں''۔ الشیخ سعدی فرماتے ہیں یعنی ''ہم آپ کے حکم کی مخالفت اور اعتراض سے آپ کو پاک رکھتے ہیں''۔ (السعدی) آدم کی تخلیق آپ نے ایک بڑی حکمت کے لیے کی ہے۔ (ابن العثیمین مزید دیکھیے التراث 14/15)

(لاعلم لنا) میں (لا) نفی جنس (علم) اسم لا مبنی علی الفتح ہے۔ (الا ما علمتنا) میں (ما) بعض کے نزدیک (علمتنا) سے منصوب اور بعض کے ہاں (لا) کی خبر ہونے کی وجہ محلاً مرفوع ہے۔ (ابن عطیۃ) اور (ما) موصولہ ہے۔ یعنی (الا الذی علمتنا) اور اس (ما) کے مصدریہ ہونے کا بھی احتمال ہے، یعنی: (الا تعلیمک ایانا).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتا ہے فرشتوں کے اس بیان کا مطلب اللہ کے سوا دوسروں سے علم غیب کی نفی ہے، گویا وہ کہہ رہے ہیں ہم آپ کی طرف رجوع (توبہ) کرتے ہیں اور ہمارے پاس اتنا ہی علم ہے جتنا آپ نے ہمیں عطا کیا ہے، جیسا کہ آدم کو بھی آپ نے ہی علم عطا کیا ہے۔ (الطبری)

(انک انت العلیم الحکیم) ''اِنَّکَ'' میں ضمیر (کاف) اسمِ اِنَّ، (انت) ضمیر فصل ہے۔

(العلیم الحکیم) دونوں (ان) کی خبر مرفوع ہے۔ حکمت کے اصل مادہ میں روکنے کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی سے گھوڑے کی لگام کو (حکمة اللجام) کہا جاتا ہے کیونکہ لگام ہی گھوڑے کو قابو میں رکھتی ہے اور حکمت بھی حکیم کو جہالت کے کاموں سے روکتی ہے۔ (القرطبی) بعض نے (الحکیم) کا معنی (حاکم) یعنی انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمانے والا اور بعض نے (مُحکِم) یعنی انتہائی پختگی سے کام کرنے والا لیا ہے۔ (البغوی)

(العلیم الحکیم) دونوں اسماء (فعیل) کے وزن پر مبالغہ کے لیے ہیں یعنی بڑی حکمت والا، بڑا جاننے والا۔

(انک انت) میں حصر کا معنی پایا جاتا ہے یعنی صرف آپ ہی حکیم اور علیم ذات ہے۔ ضمیر فصل کے دوسرے فوائد کے لیے (التراث ۱۳/۱۰) ملاحظہ فرمائیں۔ فرشتے تمام علم و حکمت کو اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں صرف آپ ایک ایسی ذات ہیں جو بغیر کسی تعلیم کے سب گزری ہوئی اور تمام آنے والی چیزوں کے بارے میں خوب جانتے ہیں اور آپ جو بھی کرتے ہیں حکمت سے خالی نہیں ہوتا، آپ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **(العلیم)** صرف اس کو کہا جاتا ہے جو کمال علم سے متصف ہو، اسی طرح **(الحکیم)** اسے کہا جاتا ہے جو کمال حکمت سے متصف ہو۔☆ (الطبری)

☆ ''علیم'' بطور وصف الٰہی قرآن پاک میں 156 مرتبہ اور ''حکیم'' 91 مرتبہ وارد ہوا ہے، 5 دفعہ قرآن کے وصف میں آیا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ معنی اسی استعمال کے پیش نظر بیان کیا ہے۔ لیکن جب یہ صفت مشبہہ کسی مخلوق کے لیے استعمال ہوں تو کمالِ مطلق سے مشروط نہیں ہوں گی بلکہ حسب قاعدہ اپنے موصوف کی مناسبت سے ان اوصاف سے پائیدار اتصاف پر اطلاق ہوگا۔

اسی لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے ﴿**انی حفیظ علیم**﴾ فرمایا۔ (یوسف:۷٦) فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے کہا: ﴿**انا نبشرک بغلام علیم**﴾ (الحجر:۵۳) اور اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿**وفوق کل ذی علم علیم**﴾ (یوسف:۷٦)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعری قبیلہ والوں کی تعریف میں فرمایا: "**ومنهم حکیم اذا لقی الخیل -اوقال العدو- قال لهم ان اصحابی یأمرونکم أن تنظروهم**" (بخاری، مغازی باب غزوة خیبر ۷/۵۵٤، مسلم، فضائل الصحابة، حدیث ١٦٦ عن ابی موسی ١٦/٦١) ''**حکیم**'' ایک شخص کی صفت یا نام ہے۔ (المنهاج شرح مسلم ١٦/٦١، فتح الباری ۷/۵۵۷) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "**لاحکیم الا ذوتجربة**" (بخاری، ادب، باب لا یلدغ المؤمن --- تعلیقا بالجزم ١٠/٥٤٦) **(عبدالوهاب خان)**

آیت مبارکہ سے مستنبط چند فوائد:

فائدہ 1: (أتجعل فیھا) اور (سبحانک لاعلم لنا) سے فرشتوں کی صفت کلام ثابت ہوتی ہے۔ (ابن العثیمین)

فائدہ 2: جب فرشتوں پر اللہ کی مخفی حکمت واضح ہوئی تو انہوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا "**سبحانک لاعلم لنا**" اس میں فرشتوں کے اپنے رب کے ساتھ کمال ادب اور بڑی تعظیم کے ساتھ پیش آنے کا بیان ہے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے کمال علم وحکمت کا اعتراف کیا اور اللہ کو ان اوصافِ کمال کے منافی امور سے پاک قرار دیا۔ (**سبحانک لاعلم لنا**) (ابن العثیمین) اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرشتوں پر احسان اور مہربانی فرماتے ہوئے جس حکمت الٰہی کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے اس کی انہیں تعلیم دی۔ (السعدی)

فائدہ 3: فرشتوں نے اللہ سے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق استفسار کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ وہ خود آدم علیہ السلام کی نسبت خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ تو اللہ نے اس پر ان کا امتحان لیا۔ جب فرشتوں پر واضح ہوا کہ ان کا موقف صحیح نہیں تھا تو فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور توبہ کرتے ہوئے کہنے لگے ﴿**سبحانک لاعلم لنا**﴾ "**سبحانک**" کا لفظ بھی توبہ اور استغفار کا ماثور اسلوب ہے اور اس سے توبہ اور گناہوں کے اعتراف کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔ جب نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے کی نجات کے لیے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس کی سرزنش کی، تو نوح علیہ السلام نے بھی فوراً توبہ کی۔ ﴿**رب انی اعوذبک أن أسألک ما لیس لی بہ علم والا تغفر لی وترحمنی اکن من الخاسرین**﴾ (**ھود:۴۷**)۔ غلطی کے بعد توبہ کرنا فرشتوں، انبیاء کرام اور اللہ کے ہر نیک بندے کی صفت رہی ہے۔ (الطبری)

فائدہ 4: فرشتوں کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا (**لاعلم لنا الاماعلمتنا**) پس جب کسی سے کوئی دینی مسئلہ پوچھا جائے اور اسے اس کا علم نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ (**لاأدری**) یا (اللہ اعلم) کہہ کر اپنی لاعلمی کا اظہار کرے۔ کیونکہ اسی میں فرشتوں، انبیاء کرام اور فاضل علماء کی اقتداء ہے۔ (القرطبی) امام طحاویؒ تو لاعلمی کے وقت (اللہ اعلم) کہنے کو اہل سنت والجماعت کے عقائد میں شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں (**ونقول: "اللّٰہُ أعلمُ" فیما اشتبہ علیناعلمہ**) امام ابن ابی العزؒ نے دینی مسائل میں لاعلمی کی بنیاد پر فتوی دینے کے خطرناک نتائج بمع دلائل پیش کرتے ہوئے کہا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بھی لاعلمی کے وقت (اللہ اعلم) کہنے کی تعلیم دی ہے۔ ﴿**قل اللہ أعلم بما لبثوا**﴾ (**الکھف:۲۶**) (شرح العقیدۃ الطحاویۃ:۴۳۳) اسی لئے ایسے سوالات کے جواب میں خود نبی ﷺ فرماتے تھے: (**لاأدری حتی أسأل جبریل**) (الآداب الشرعیۃ لابن المفلح ۱/۵۱۰) اور یہی منہج خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور دیگر اسلافؒ کی سیرت میں بہت نمایاں

99-J Model Town, Lahore-54700
Phone 5866476-5866396

تھا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "لا أدری نصف علم ہے"۔ (سیر أعلام النبلاء ۸/ ۷۷) اور یہی بات حضرت شعبیؒ سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن حسینؒ فرماتے ہیں: جب عالم (لا أدری) کہنے کو چھوڑ دے تو وہ ہلاکت کو چھو سکتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں "لا أدری کہنا عالم کیلئے ایک ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے، جب اس سے غافل ہوتا ہے تو وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔" (الآداب الشرعیة) حتی کہ امام مالکؒ امام دارالہجرۃ سے کسی سائل نے 48 سوالات کیے، تو آپ نے 32 سوالات کے جواب میں (لا أدری) فرمایا۔ (سیر أعلام النبلاء ۸/ ۷۷، تفسیر القرطبی) ایک شخص 6 ماہ کی مسافت طے کر کے آپؒ کے پاس مسائل پوچھنے آیا تو فرمایا، لا أحسنھا، اس نے حیرت سے کہا: میں قوم سے کیا کہوں؟ فرمایا: کہہ دینا، مالک ان کا جواب نہیں جانتا، (مقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۱۸/۱) امام مالکؒ کے اس انداز فتوی کو پرہیزگاری اور امانت علمی میں شمار کرتے ہوئے علماء نے آپ کے مناقب اور فضائل میں ذکر کیا ہے۔ مزید دیکھیے: (شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص: ۴۳۳، تفسیر القرطبی، الآداب الشرعیة لابن المفلح ۱/ ۵۱۰-۵۱۹)

فائدہ نمبر 5: اللہ تبارک وتعالی کے مبارک اسماء میں سے (العلیم، الحکیم) بھی ہیں (العلیم) ہر چیز کے اجمالی اور تفصیلی علم میں کمال رکھنے والا ہے، خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی سے ہو، حال سے یا مستقبل سے۔ (علیم) ان سب کے ساتھ محیط علم رکھنے والی ذات ہے۔ (ابن العثیمین) اللہ تعالی کے کمال علم کا اندازہ ان دو فرمودات سے کیا جا سکتا ہے۔ ﴿ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقة الا یعلمها ولا حبة فی ظلمٰت الأرض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ۞﴾ (الانعام: ۵۹) "اور بحر و بر میں جو کچھ ہے اسے وہ جانتا ہے اور (نباتات سے) کوئی پتہ تک نہیں گرتا مگر وہ جانتا ہے۔ اور نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ایسا ہے جس سے وہ باخبر نہ ہو اور تر اور خشک جو کچھ بھی ہے سب کتاب مبین میں موجود ہے"۔ بلکہ دانے سے بہت چھوٹا جسے ذرہ کہا جاتا ہے اسے بھی اللہ خوب جانتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ربانی ہے ﴿وما یعزب عن ربک من مثقال ذرة فی السموات ولا فی الأرض ولا أصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین ۞﴾ ☆ (السبأ: ۴)
(الحکیم) بہت بڑی حکمت والی ذات ہے۔ اگرچہ کچھ حکمتوں کے بارے میں بندوں کو اللہ تعالی علم بھی دیتا ہے، لیکن

☆ سائنس کی اصطلاح میں "عنصر" کا مختصر ترین ذرہ "ایٹم" کہلاتا ہے۔ ہر ایٹم ایک چھوٹے سے عالم پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایٹم کے مرکز میں پروٹون اور نیوٹرون اکٹھے رہتے ہیں، جس کے گرد الیکٹرون گردش کرتے رہتے ہیں۔ یہ سارا نظام جس احسن الخالقین نے پیدا فرمایا ہے، اس کا مکمل ترین علم کائنات کے ہر ذرے سے متعلق تمام تفصیلات پر محیط ہے۔
تجربات ومشاہدات میں سینکڑوں سالوں سے زندگیاں کھپانے کے باوجود آج تک انسان کائنات کے حقائق میں سے بہت کم جان سکا ہے اور سائنسدان بھی اس کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ ﴿وما أوتیتم من العلم الا قلیلا﴾ (عبدالوہاب خان)